رجسٹرڈ نمبر ۹۲۲ ۷
ٹیلی فون نمبر ۲۹

تار کا پتہ
"انجمن" علی گڑھ

# ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| جلد ۱۴ | ۱۵ جون ۱۹۵۵ء | ایڈیٹر: قاضی عبدالغفار | ۲۳ شوال ۱۳۷۴ھ | نمبر ۱۲ |

## تین ادبی کانفرنسیں

پہلی کانفرنس بہورہ ضلع بلیا کی شاخ انجمن ترقی اردو کی طرف سے ۲۹ مئی ۱۹۵۵ء کو بہورہ میں منعقد ہوئی جس میں اردو کی خدمت، اشاعت اور اس کی حفاظت کے طریقوں سے عوام کو آگاہ کیا گیا۔ اس کانفرنس کے ساتھ ایک دینی تعلیمی کنونشن بھی کیا گیا تھا جس کی صدارت مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی ایڈیٹر معارف اعظم گڑھ نے فرمائی اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں کہا۔

"اردو کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے مغل دور حکومت میں اردو کو اگرچہ سرکاری سرپرستی حاصل نہ تھی لیکن یہ اس وقت بھی پھلی پھولی اور آج بھی حکومت کی سرپرستی حاصل نہ ہونے کے باوجود زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ زبان کے مسئلہ کو خواہ مخواہ سیاسی مسئلہ بنا دیا گیا ہے اور اسے دن بدن پیچیدہ بنایا جا رہا ہے۔ حالاں کہ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ اردو ہندو مسلمانوں کا مشترک سرمایہ ہے اور ہندوستان کی جنگ آزادی میں اس کا بہت بڑا مقام ہے تاریخ اسے بھلا نہیں سکتی کہ ہندوستان کی آزادی صرف انقلاب زندہ باد کے نعرہ کی لائی ہوئی آزادی ہے اور یہ انقلاب زندہ باد اردو زبان کا نعرہ ہے۔ کرانتی جے کا نعرہ لگا کر آزادی حاصل نہیں کی گئی اور نہ اس کا آزادی کی دوڑ میں کوئی حصہ ہے۔ زبان کا چوں کہ کوئی مذہب نہیں ہوتا اور وہ بلا لحاظ مذہب و ملت ان سب کی زبان ہوتی ہے جو اسے بولتے ہیں اس لئے جن جن علاقوں میں اردو زبان پروان چڑھی ہے آج ان میں جو بستے ہیں وہ علاقے اور اس علاقے کے باشندے موجود ہیں۔ جو لوگ اردو کو غیر ملکی زبان کہتے ہیں اور اس کو مٹانے کے درپے ہیں وہ حکومت کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ حکومت اپنے دستور میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کر چکی ہے۔ اسے علاقائی زبان کے مطالبے کو پورا کرنا پڑے گا۔"

دوسری کانفرنس بہرونا ضلع دیوریا کے حامیان اردو کی طرف سے ۳۰ مئی کی رات میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت خیر بوڑی صاحب قائم مقام جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند نے کی۔ اس کانفرنس کے ساتھ بھی دینی تعلیمی کنونشن کا پروگرام شامل تھا۔ خیر صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا۔

"اردو زبان اور دینی تعلیم دونوں ہی ہماری قومی اور ملی زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ کیونکہ دنیا کی کوئی قوم اپنی زبان اور مذہب سے بیگانہ رہ کر اپنے وجود کو باقی نہیں رکھ سکتی۔ اس وقت اگر ہم نے دینی تعلیم کا بندوبست نہیں کیا اور اپنی زبان کی حفاظت کے لئے انتہائی جدوجہد نہیں کی تو ہمارے بچے سب کچھ بن سکیں گے مگر غالباً بدبختی انھیں مسلمان کوئی بھی نہیں کہے گا۔

اور یہ اتنا بڑا قومی نقصان ہوگا جس کی تلافی قیامت تک نہ ہو سکے گی۔

ہندی اس ملک کی سرکاری زبان ہے جس کا سیکھنا ہر وفادار شہری کا فرض ہے اور مسلمان تیزی کے ساتھ اسے سیکھ رہے ہیں۔ مگر صرف ہندی کے سہارے رہ کر ہم اپنے دینی رجحانات اور ملی خصوصیات کو برقرار نہیں رکھ سکتے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے بچے اپنی مادری زبان اردو سے بھی واقف ہوں تاکہ دین کی باتوں سے غافل نہ ہوں۔

ہم سیکولر اسٹیٹ کے باشندے ہیں جہاں ہر شخص کو اپنے مذہب و ملت اور زبان و ادب کی حفاظت کا قانونی حق حاصل ہے۔

تیسری کانفرنس ۱۳ مئی ۱۹۵۵ء کو رتسر ضلع بلیا کی انجمن ترقی اردو کے اراکین کی طرف سے دینی تعلیمی کانفرنس کے ساتھ ساتھ کی گئی جس کے صدارتی خطبے میں خیر صاحب ہمدردی نے فرمایا۔

شعرائے کرام نے زبان کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے مشاعروں سے ہم زبان کی خدمت کے علاوہ باہمی محبت اتحاد اور یگانگت کا کام بھی لے سکتے ہیں۔

ہندی ہمارے ملک کی سرکاری زبان ہے جس کا سیکھنا ہر وفادار شہری کا فرض ہے اور اس کی ترقی کے لئے کوشش کرنا ہمارا ملکی فرض ہے مگر اردو بھی اس ملک کی زبان ہے اور ہندوستان کی مشترکہ تہذیب اور اتحاد کی یادگار۔ اس کی بقا اور تحفظ کے لئے ہماری ہر سعی ملکی ترقی کا سبب بنے گی۔

زبانیں وہی ترقی کرتی ہیں جو عوام کے خیالات اور جذبات کی ترجمان ہوتی ہیں اور یہ صلاحیت صرف اردو زبان میں ہے

اردو ہندی سے الگ کوئی زبان نہیں ہے مگر تعصب اور تنگ نظری کی دیوار جو اس کے بیچ میں کھڑی کر دی گئی ہو گرا دی جائے۔

ہندی مسلمان حکمرانوں اور مسلمان شعراء کی بدولت پروان چڑھی ہے۔ اس کا ادبی سرمایہ اگر قابل فخر ہوگا تو ہمارے ہی ہاتھوں ہوگا۔ ان کے ہاتھوں نہیں جو ہندی کے نام پر پیٹ کا علاج کر رہے ہیں۔"

ان کانفرنسوں کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت یہ تھی کہ ان میں نہ تو دل خوش کن تجویزیں پاس کی گئیں۔ اور نہ پرگرم تقریریں ہوئیں اور نہ یہ کانفرنسیں کسی غرض سے وابستہ تھیں جیسا کہ آجکل ہوشیار سیاسی پینترے باز کانفرنسوں کے ذریعہ اپنی زندگی کا سامان فراہم کر رہے ہیں اور اردو کے نام پر اپنی دکانیں سجا رہے ہیں جو ہماری ادبی تاریخ کا عبرتناک المیہ ہے۔

# پنڈت سندر لال کی تقریر

انجمن ترقی اردو شاخ بمبئی کے زیر اہتمام ناگپاڑہ نیبر ہڈ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت سندر لال نے فرمایا کہ مذہب کی اسپرٹ کا زبان پر اثر انداز ہونا غلط ہے۔ مذہب دنیا کو ملاتا ہے جدا نہیں کرتا۔ اس کا نام لے کر زبانوں کو مقابلہ پر کھڑا کر دینا اور لڑانا جھگڑے پیدا کرنا مذہب کا قائل نہ ہونے کی علامت ہے۔

سیاست ہمارے اوپر لاد دی گئی ہے اور اسی وجہ سے سیاسی دل زبان کا نام لے کر خود غرضی کے منصوبے پورے کرتے ہیں۔

اردو ہندوستان کی ہی پیداوار ہے۔ اس کی تشکیل ایسے ہی ہوئی جس طرح دنیا کی دیگر زبانیں بنتی ہیں۔ پنڈت جی نے اردو زبان کی تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد فرمایا کہ اردو زبان اپنی ڈگر چل رہی تھی اور اس میں ہندوستان کی تہذیب و تمدن کے الفاظ موزوں جگہ لے رہے تھے کہ ملک میں فرقہ پرستی کی لہر دوڑ گئی اور عوام کی زبان میں مذہب کے نام پر الفاظ ٹھونسنے شروع کر دئے گئے حتی کہ لغات دو حصوں میں بٹ گئی۔ مسلم الفاظ اور ہندو الفاظ کے دو الگ الگ ذخیرے بن گئے اور اس کا خمیازہ عوام کو یہ بھگتنا پڑا کہ اس کی اپنی زبان تو چھن گئی اور اس کی جگہ یہ دو مسری زبانیں ملی ہیں۔ ثقیل قسم کی اردو اور گھٹیا قسم کی ہندی۔

اسلام کے نقطہ نظر سے کوئی ایک زبان دوسری زبان پر ترجیح

نہیں پاتی۔ سب زبانیں اللہ کی زبانیں ہیں۔ مسلم کو فخر ہے عربی اور فارسی کے الفاظ نے اردو کی تشکیل کی اور ہندو کو فخر ہے کہ زبان کا ڈھانچہ تو ہندوستانی ہے۔ اس باہمی میل سے خوبصورت زبان بنی ہے۔ اس پر بہت سے ہندوستانیوں کو فخر ہونا چاہیئے۔ ہمیں ضد میں آکر دو بناوٹی زبانوں کو پیدا کرنے کی جگہ عوامی زبان ہندوستانی کو ترقی دینا چاہیئے۔ ہمارے تعصب کے باعث ہماری زبان کا فرہنگ بگڑ رہا ہے اور ہمارے محاورں اور طرز اسلوب کا گلا کٹ رہا ہے۔ تعصب کے باعث لوگ "چار چاند لگنا" کو "چار چندر لگنا" کہہ رہے ہیں اور "قلم" کو "لِکھاروک" کہا جاتا ہے۔ ہندوستان میں سنسکرت آمیز ہندی نہیں چل سکتی۔ یہ فقط چند روزہ پاگل پن ہے۔ آپ نے چین کی مثال پیش کی کہ کئی سال پہلے اس ملک میں صوبائی زبان کے کام کے لئے ایک زبان بنائی جائے اور ساٹھ ہزار الفاظ پر مشتمل ایک زبان بنائی گئی اور اس زبان میں فقط ہزاروں کی تعداد میں کتابیں چھپیں۔ جب نیا چین بنا ہے تب یہ محسوس کیا گیا کہ ایسی قومی زبان کو قومی کیسے کہا جا سکے جس میں فقط چند ہزار کتابیں چھپ سکیں۔ چنانچہ آج چین میں نہایت سادہ شکل دے کر اس قابل بنا دیا ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں کتابیں چھپ کر پڑھی اور بیچی جاتی ہیں۔ زبان کو سادہ سے سادہ بنا کر قوم کے کروڑوں لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس طرح نہیں کہ آج کی طرح "سبب" کو "اکول" کہا جائے۔ ہم اس ملک میں پیدا ہوکر رہتے ہیں گویا ہم احمقوں کے ایک گروہ ہیں اور ہم حماقت آمیز حرکتیں کر رہے ہیں۔ کوشش یہ ہونا چاہیئے کہ زبان سادہ سے سادہ ہو تاکہ ہر ایک شخص اسے سمجھ سکے مگر بدقسمتی سے ہم غلط راہ پر چل کر قوم کی زبان کو مشکل سے مشکل کرتے جا رہے ہیں جس سے قوم کو دور رکھ بھی دیا جائے تو غلط نہیں۔ اگر ہندی کو اسی طرح مشکل بنانے کی کوشش کی جاتی رہی تو تمام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اردو کی بول چال کی دنیا ہی دنیا میں پھیلے گی۔ اردو والوں کو صبر سے کام لینا چاہیئے اور چاہیئے کہ وہاں کی علاقائی زبان کو بھی سیکھیں تاکہ آخر والی نسل ان زبانوں کی اتنی واقفیت کی مالک ہو کہ ایک متحدہ قومی زبان کی تشکیل کر سکے۔ آپ نے کہا کہ حکومت کی مدد سے زبان کی ترقی درست نہیں۔ صوبہ بمبئی کی حکومت کی پالیسی کی تعریف کرتے ہوئے ہندوستانی زبان کی ترقی پا کر حالات سے استفادہ حاصل ہو۔

# اُردو کی ہمہ گیری

(پروفیسر [illegible] الدین صدیقی)

یوگوسلاویہ میں آج جمہوری حکومت ہے لیکن ایک صدی سے کم ہی دنوں کی بات ہے کہ وہ اسلامی مملکت کا ایک حصہ تھا۔ سلاطین روم کے ماتحت رہ کر اس نے اسلامی روایات اور تہذیب و تمدن سے جس قدر فائدہ اٹھایا وہ آج بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن سب سے زیادہ دلچسپ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہاں کے عوام کی

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

......... سب سے مستند زبان سربو کروشین ہماری اُردو زبان سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ وہاں کی زبان و ادب کا سرسری مطالعہ کرنے سے ہمیں اس میں اردو الفاظ کی کثرت کا پتہ چلتا ہے۔ حیرت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ صدیوں ترکی سلاطین کے زیر نگیں رہنے کے بعد بھی سربو کروشین زبان میں اردو الفاظ ترکی الفاظ سے بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔

سربو کروشین پر اردو زبان کا کس حد تک اثر پڑا ہے اسے ہم مثالیں دے کر تفصیل سے پیش کریں گے جس سے اردو کی ہمہ گیری کا صحیح اندازہ ہو گا۔

بہت سے پودے، معدنیات، جانور اور غذا کے لئے سربو کروشین نے اردو زبان سے جو الفاظ مستعار لئے ہیں ان کی فہرست ملاحظہ ہو:

| اردو الفاظ | سربو کروشین میں جس طرح استعمال کئے گئے ہیں |
|---|---|
| افیون | OFioh |
| بادام | Badem |
| شوربہ | Shorba |
| دھواں | Duhdh |
| حلوہ | Halva |
| خاگینہ (انڈا) | Kajgan |
| کیسہ | Kesa |
| جیب | Dzep |
| بازار | Pazar |
| میمون (بندر) | Majmun |
| نعنا (پودینہ) | Nana |
| انار | Nar |
| پلنگ | Palak |
| پلاؤ | pilav |

| | |
|---|---|
| برنج | Pirinach |
| صابون | sapun |
| صدف | sadif |
| سنبل (پھول) | zumbul |
| شمشاد (پھول) | Shimshir |
| قرنفل (لونگ) | Karanfil |
| معجون (دوا) | Madjuh |
| علاج | Iladj |
| مرہم | Malam |
| سُرمہ | Surma |
| حنا | Hina |
| حکیم | Ikim |

یوگوسلاویہ میں عوام کے اندر بولی جانے والی سرب و کروٹ چونکہ روسی زبان سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہے اس لئے سیلوونک salvonic الفاظ اور چند مستعار اردو الفاظ کے ساتھ ملے جلے کثرت سے ملتے ہیں جنھیں سیلوونک قواعد اور گرامر کے ماتحت تراش خراش کر سرب و کروٹ زبان نے بڑی خوبصورتی سے اپنایا ہے۔ مثلاً حمّال (بوجھ ڈھونے والا) اردو لفظ ہے۔ سرب و کروٹ نے اسے (H)amalin بنا کر اپنے یہاں لے لیا۔ حبس قید کے معنی میں اردو میں مستعمل ہے۔ سرب و کروٹ میں اس کے لئے (H)aps آتا ہے اور اس سے فعل (H)apsite یعنی قید کرنا بنایا ہے۔ اردو میں بولا جاتا ہے۔ "کوئی فائدہ نہیں" سرب و کروٹ نے پورے اس جملہ کو Nemafajde (فائدہ = Fajde) یعنی نہیں فائدہ کی شکل میں لے لیا ہے۔ پاپوش کے لئے سرب و کروٹ میں Papuca آتا ہے اور اسی سے اردو ضرب المثل بیوی کی جوتی اٹھانے والا۔ (زن مرید) کے بالکل ہم معنی PodPapuca بنایا گیا ہے۔

اسی طرح

| | |
|---|---|
| پژمردہ کے لئے | Pasamurah |
| کرایہ دار کے لئے | Kiraidzija |
| امانت کے لئے | Amanet |
| عاشق کے لئے | Asik |

آتا ہے۔

بہت سے اردو کے الفاظ خصوصیت کے ساتھ جو صفت کی حیثیت سے مستعمل ہیں سرب و کروٹ زبان میں بالکل اپنی اصلی شکل میں بغیر کسی قسم کی تبدیلی کے پائے جاتے ہیں مثلاً

| اردو الفاظ | سرب و کروٹ الفاظ |
|---|---|
| تازہ | Taze |
| ناشتہ | Naste |
| حلال | Halal |
| مفت | Mufte |
| عناد (دشمنی) | Inat |
| تمام | Tamam |
| بارے | Baram |

بہت سے اردو الفاظ سرب و کروٹ زبان میں اس طرح استعمال کئے گئے ہیں کہ لفظ تو بغیر کسی تبدیلی کے اپنی اصلی ہی شکل میں ہیں لیکن سرب و کروٹ زبان کی مطابقت میں مخرج، آواز کے دباؤ، لہجہ اور تلفظ کے بدل جانے سے کچھ کچھ فرق ہو گیا ہے۔ مثلاً

| اردو الفاظ | سرب و کروٹ میں اس طرح مستعمل ہیں |
|---|---|
| دھواں | Duhd Duvah |
| برکت | Bariket |
| کور (اندھا) | Korav |
| چشمہ (جھرنا) | Chesma |
| فنجان | Fildzan |
| توشک | Dushek |
| بستان (باغیچہ) | Bushta |
| توبڑا (تھیلا) | Tobra |
| مژدہ | Mushta |
| محلہ | Mala |
| قفس | Kavez |
| بارود | Barut |
| قادر (طاقت ور) | Kadar |
| ساعت (گھنٹہ) | Sahat |
| پارچہ (کپڑا) | Parche |
| حمیز (گھوڑے کو ایڑ لگانا) | Mamuz |
| حیوان | Haivah |
| ملبہ | Marva |
| مال | Mal |

مندرجہ بالا اردو الفاظ چودھویں صدی عیسوی سے لیکر اب تک سرب و کروٹ زبان نے مستعار لئے ہیں لیکن چودھویں صدی

پہلے ہی قدیم فارسی الفاظ بہت کافی حد تک سیلو ونک زبان کے اندر داخل ہو چکے تھے اور یہ الفاظ تقریباً تمام سیلو ونک زبانوں میں خصوصیت کے ساتھ روسی زبان میں کثرت سے شامل ہیں اور وہ گھس پس کر اس زبان کے جز ہو گئے ہیں اور چونکہ ان الفاظ میں مخرجی فرق بھی باقی نہیں رہا اس لئے بعض وقت ہمیں تمیز کرنے میں بھی کافی دقت ہوتی ہے۔ چند الفاظ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں۔

| قدیم فارسی الفاظ | سیلو ونک زبان میں مستعمل ہیں۔ |
|---|---|
| چوپان (چرواہا) | cobah |
| مغز | mozak |
| پتک | Patak |
| بارے | Bar |
| لاشں | Lesh |

بہت سے اردو الفاظ ایسے ہیں جو وہاں کے لوگوں نے رسم و رواج اور روایات کے اظہار کے لئے قبول کر لیا ہے اور وہ یوگوسلاویہ میں بلا تفریق مذہب ہر فرقہ کے لوگوں میں بولے جاتے ہیں جیسے

| | |
|---|---|
| امانت | Amahet |
| دیور (شوہر کا چھوٹا بھائی) | Dever |
| جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) | zet |
| میراث (جہیز کے معنی میں) | Miraz |

اردو زبان کے بہت سے ہی اصطلاحات جو پیشہ وروں کے لئے مخصوص ہیں یا جو صرف کاروبار اور تجارت میں استعمال کئے جاتے ہیں سرب وکروٹ زبان نے قبول کر کے بہت خوبی سے اپنا لیا ہے۔ مثلاً

| اردو الفاظ | سرب وکروٹ میں اس طرح مستعمل ہیں |
|---|---|
| آلات | Alat |
| شاگرد (جو کام سیکھ رہا ہو) | shagrt |
| صندوق | sanduk |
| قصاب | Kasapih |
| کالبد | Kalup |
| اسباب (سامان تجارت) | Espap |
| مے خانہ (سرائے کے لئے) | Mehana |
| خنجر | Handjar |
| دفتر (بہی کھاتہ کے لئے) | Teftir |
| میدان | Maidan |
| تکمہ (بوتام) | Dugme |

| | |
|---|---|
| صنعت | zanat |
| ترازو | Teraziya |
| قلعی | Kalaisatti |
| فتیلہ | Fitelj |
| مشتری (خریدار) | Musterija |
| نشان | Nishan |
| ظلم | zulum |
| ابلق | Jablah |
| مفت | Mufte |
| دشمن | Dushmah |
| دلبر (معشوق) | Dilber |
| حب (محبت) | Hubay |
| بدبخت | Baksuzah |

سربراہ یہ دلچسپ حقیقت قابل ذکر ہے کہ سرب وکروٹ کی موجودہ ادبی زبان سب سے زیادہ بوسنیا ہرزگووینا Bosnia Herecgovina کی مستند مانی جاتی ہے جو مسلم آبادی کا مخصوص صوبہ ہے اور جہاں کی خاک سے بڑے بڑے نامی ترکی زعماء مدبرین اور سپہ سالار پیدا ہوئے۔

سرب وکروٹ زبان کی مستند لغت VukKaradzich ابھی حال ہی انیسویں صدی کے شروع میں شائع ہوئی ہے۔ اس لغت کو ہم سرب وکروٹ زبان و ادب کا سنگ بنیاد کہہ سکتے ہیں۔ اس لغت کا بہ نظر غائر جو شخص بھی مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہوگا کہ اس میں ترکی اور اردو الفاظ بہ کثرت موجود ہیں۔ یہ لغت ہمیں ان قدیم الفاظ کی بھی نشان دہی کرتا ہے جو پہلے مستعمل تھے لیکن اب بمرور ایام ان کا استعمال کم ہوتا جا رہا ہے۔ موجودہ دور کا مشہور ناول نویس Ivo Andrilch جس پر یوگوسلاویہ کو بجا طور پر ناز ہے اپنے ناول میں ترکی اور اردو الفاظ کافی استعمال کرتا ہے۔ اس کے اکثر قصوں کے کردار بوسنیا کے شریف مسلم خاندانوں کے افراد ہیں۔ اس نے اپنی کتابوں میں ترکی مسلمانوں کے محاورات ضرب الامثال روایات اور رسم و رواج کو بہت نمایاں طور پر پیش کیا ہے اور اس کے ان قصوں پر عرصہ تک یوگوسلاویہ ادب کو ناز رہے گا۔

# اردو زبان

صغیر احمد بلیاوی - بی ایس سی - بی ایڈ (علیگ)

اردو کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے - بہت سے لوگوں نے کہا ہے - بہت طرح سے کہا ہے اور خوب کہا ہے - میں اس وقت آپ سے صرف یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اردو کے مستقبل سے آپ مایوس نہ ہوں - اردو ایک زندہ زبان ہے، یہ مرے گی نہیں بشرطیکہ آپ خود اپنی زندگی کا ثبوت دیں - تاریخی حقائق اور لسانیاتی قانون پر میں ایمان رکھتا ہوں - تعصب و تنگ نظری، ضد اور ہٹ دھرمی سے حقائق نہیں بدل جاتے - قانون نہیں ٹوٹتے - ہاں کچھ دشواریاں ضرور پیدا ہو جاتی ہیں - ان دشواریوں پر قابو پانا ہی ہمارا اور آپ کا کام ہے -

ابھی میں نے جو یہ عرض کیا کہ اردو کے مستقبل سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، یہ کسی غلط فہمی یا خوش فہمی کے بنا پر نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اردو کی پیدائش فطری طور پر ہوئی ہے - یعنی یہ پیدا ہوئی ہے، پیدا کی نہیں گئی ہے - دو، چار، دس یا سو ہزار اشخاص یا شاعروں نے اپنے ذوق اور جذبہ کی تسکین کے لئے اسے پیدا نہیں کیا بلکہ ایک شخص کے دل کی بات کو دوسرے شخص کے دل میں ڈالنے کی ضرورت نے اسے پیدا کیا، سماجی اور اجتماعی زندگی کے تقاضوں نے اسے پیدا کیا، زندگی اور جینے کے اصول نے اسے جنم دیا، ہندوستان کی زمین پر اردو کی پیدائش کو میں "انسانیت" کا تقاضا سمجھتا ہوں! اپنی بات دوسروں سے کہنا، دوسروں کی سننا اور سمجھنا، تبادلۂ خیال و افکار حضرت آدم کی امتیازی شان ہے اور میں اسے اردو کی بھی شان سمجھتا ہوں!

اس زبان نے جو ادب پیدا کیا ہے اور مختلف دور میں ادب کا جیسا نمونہ پیش کیا ہے وہ ہمیں اس کا یقین دلاتا ہے کہ اس زبان میں ایک زندہ زبان کی تمام خوبیاں موجود ہیں - دور قدیم کی شاعری سے لے کر آج تک کے ادبی کارناموں کا جائزہ لے لیجئے - آپ کو نشو و ارتقا کی زنجیر مسلسل اور باہم دگر مربوط ملیں گی جو زندگی کی پہچان ہے - اردو ادب کی پچھلی صد سالہ تاریخ کو نظر میں لائیے - آپ کو سرسید، حالی اور شبلی ملیں گے - جنھوں نے اردو کو ذہنی اور زندگی سے بے ربط شاعری کے دلدل سے نکال کر نثر کی وادی کی سیر کرائی - اسے مانجھا اور سنوارا، اسے جدید اور صالح ادبی اور علمی قدروں سے آشنا کرایا، اس میں فلسفیانہ اور سائنٹفک طور پر اظہار خیال کی صلاحیت اور استعداد پیدا کی اور اس زبان میں ایسا لٹریچر پیدا کیا جسے دنیا کے مہذب اور ترقی یافتہ لٹریچر کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے! اس سلسلہ میں نذیر احمد، محمد حسین آزاد، منشی ذکاء اللہ کی ادبی علمی اور اخلاقی تخلیقات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا -

پھر ترقی پسند تحریک پر غور کیجئے - یہ تحریک ان قدروں کی علمبردار ہے جو ادب زندگی اور سماج کے بارہ میں بیسویں صدی کے آغاز میں متعین ہوئیں - میں ان قدروں کی اچھائی برائی، معقولیت اور نامعقولیت کے بارہ میں کچھ نہیں کہوں گا - لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ تحریک زبان اور ادب دونوں کے ارتقائی سلسلے کی ایک کڑی ہے - کچھ نئے تجربے ہوئے جس میں غلطیاں بھی ہوئیں لیکن ادب میں گرانقدر اضافہ بھی ہوا - نئے فارم اور نئے موضوع کی دریافت ہوئی جس سے ایک نیا اسلوب پیدا ہوا اور نیا رنگ و آہنگ ابھرا - انگریزی اور دوسرے ترقی یافتہ ادب سے بھی اردو ادب نے کافی اثر قبول کیا ہے جس سے ایک نیا ادبی شعور اور نقطۂ نظر پیدا ہوا ہے - فن، فارم اور موضوع کے اعتبار سے بھی دیکھئے تو اردو میں ہر طرح کی چیزیں ملتی ہیں - مذہب، اخلاق اور فلسفہ، ادبیات، تاریخ ہر فن پر معتبر تصنیفیں اس زبان میں موجود ہیں - قصے کہانیاں، افسانے، ناول بھی معیاری پیمانے پر لکھے گئے ہیں اور لکھے جا رہے ہیں - مختصر افسانے ہر زبان میں آج کل قدر کی نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں - پریم چندر، بیدی، سدرشن، کرشن چندر، منٹو وغیرہ کی تخلیقات نے اردو زبان کا سر اس میدان میں بھی اونچا کر دیا ہے - ان کی تخلیقات کا معیار خاص بلند ہے - ادبیات میں طنز و ظرافت کا میدان بڑا دشوار اور بڑا خطرناک میدان ہے لیکن اردو کے سورماؤں نے اس میدان میں بھی اپنا جھنڈا گاڑا ہے - اکبر الہ آبادی نے اپنے تیر و نشتر سے مشرقی اور ہندوستانی تہذیب کی قدروں کی تحفظ کا کام اس وقت لیا جب خدا کا نام لینے پر بھی پولیس میں رپٹ لکھوائی جاتی تھی! اس میدان کے شہسوار اور اس کے امام آج بھی موجود ہیں!

میں یہاں اردو شاعری کا ذکر چھیڑنا نہیں چاہتا لیکن اتنا کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ اردو شاعری نے ہندوستانی تہذیب کی تعمیر میں بڑا حصہ لیا ہے - اردو شاعری کی ایک صنف غزل بھی ہے جس کے بارے میں رشید احمد صدیقی نے ایک جگہ کہا ہے کہ غزل ہماری تہذیب میں اور ہماری تہذیب غزل میں ڈھلی ہوئی ہے - یہ سچ ہے کہ اردو غزل پر فارسی غزل کا چھاپ پڑا ہے پھر بھی اپنے مواد، موضوع اور مزاج کے اعتبار سے

یہ ہندوستانی ہی ہے اور پھر انسانی فطرت اور زندگی کی قدریں جن کی آئینہ دار شاعری ہوتی ہے نہ تو ہندوستانی ہوتی ہیں نہ ایرانی بلکہ وہ انسانی ہوتی ہیں۔ آفاقی ہوتی ہیں۔ دیوانِ غالب کا تعارف کراتے ہوئے عبدالرحمن بجنوری نے یہ کہا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں۔ وید مقدس اور دیوانِ غالب۔ آج اسی الہامی کتاب کی زبان کو بدیسی کہا جاتا ہے!

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھئے!

مشاہدہ حق کی گفتگو "بادہ و ساغر" کی زبان میں، طبائع پر کسی دور کسی طرح اثر ڈالتی ہے ہم سب محسوس کرتے ہیں۔ اردو زبان میں گفتگو کا یہ سلیقہ بھی اردو غزل کے ذریعہ آیا۔ یہ اردو زبان کی عظمت کی دلیل ہے۔ میرا تو کچھ ایسا خیال ہے کہ اردو زبان میں اردو غزل نے جو بانکپن اور رعنائی پیدا کی ہے وہ شاید ہندوستان کی کسی زبان میں نہیں!

پھر ایک نظر اقبال پر ڈالئے۔ زندگی اور انسانیت کی بلند اور عظیم قدروں کو اقبال نے کس خوبی سے اسی زبان میں ادا کیا ہے۔ میں آپ کو یہ جتانا چاہتا ہوں کہ اس زبان میں کتنی لچک اور بڑھنے اور پھیلنے کی کیسی صلاحیت موجود ہے کہ اقبال جیسے شخص اور شاعر کے قلب و جگر کی سوزشیں اور فکر و نظر کی وسعتیں نہایت خوبی اور خوبصورتی کے ساتھ اس میں سما سکتی ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں۔ ایک بڑی زبان ہی کی یہ خصوصیت ہو سکتی ہے۔

کہا جاتا ہے انگریز قوم کسی قیمت پر شیکسپیر کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوتی لیکن محض تنگ دلی اور تنگ نظری کی بنا پر ہم غالب اور اقبال سے ہاتھ دھونے کو تیار ہیں! ہندوستان کے لئے یہ انتہائی شرم کی بات ہے۔ یہ ہماری اور ہندوستانی تہذیب کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ یہ شخصیتیں وہ ہیں جنھیں تہذیب کا سرچشمہ کہا جا سکتا ہے۔

جس زبان میں وسعت کا یہ عالم ہو جس میں زندگی کی قدروں کو ڈھالنے اور ان میں ڈھل جانے کی ایسی قدرت ہو، جس میں نمو اور ارتقا کی ایسی استعداد پائی جاتی ہو، جس کی رگوں میں صالح اور تندرست خون گردش کرتا ہو اسے زندہ نہ کہنا اور نہ سمجھنا، کیا کہوں کیا ہے۔ آپ یقین کیجئے، جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی زبان نہیں وہ اپنی عدم واقفیت کی بنا پر نہیں کہتے، نہ یہ ان کی عقل کا پھیر ہے، ہاں ان کی نیت کا پھیر ضرور ہے جس کا علاج تو کسی نبی یا پیغمبر ہی کے پاس ہو سکتا ہے۔ گاندھی جی بھی اگر آج زندہ ہوتے تو صورت حال یہ نہ ہوتی جس سے ہم آج دوچار ہیں!

اس موقع پر میں ان کی خدمت میں، جو اردو کی دشمنی اور مخالفت کو عبادت سمجھتے ہیں اور اردو کے کھنڈر پر ہندی کی عمارت کی تعمیر کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، اول تو یہ کہ اردو کو ختم کرنے کی کوشش ایک ایسی کوشش ہے جیسے ہمالیہ کو گرانے کی کوشش یا دریا کو خشک کرنے کی کوشش! ان کی کوشش کا نتیجہ کچھ اور ہو سکتا ہے، لیکن وہ نہیں ہو سکتا جو ان کی نیت ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہندی کی اشاعت اور ترقی کے یہ معنی کہاں ہیں کہ اردو کو ختم کر دیا جائے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں نشیب ہے جہاں پانی مرتا ہے۔ میں اس جملہ کی وضاحت کرنا نہیں چاہتا لیکن ہندی کے پجاریوں اور بھگتوں سے یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ اردو کی ترقی اور اشاعت ہندی کی ترقی اور اشاعت کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں زبانیں ہندوستانی ہیں۔ ہندوستان کی فضا میں پیدا ہوئی ہیں، دونوں کی مزاج میں ہم آہنگی ہے، اثر و تاثر کا عمل دونوں کے درمیان ہر لحظہ اور ہر لمحہ جاری ہے۔ ہندی زبان اور ادب نے، اردو زبان اور ادب پر اور اردو زبان اور ادب نے ہندی زبان اور ادب پر کیا اور کیسا اثر ڈالا ہے۔ یہ ایک تحقیقی کام کا موضوع ہو سکتا ہے جسے ہندوستانی زبان اور ہندوستان کی مشترکہ تہذیب سے دلچسپی رکھنے والوں کو کرنا چاہئے۔ میرا کچھ ایسا خیال ہے کہ دنیا کی بعض ترقی یافتہ زبانیں ایسی ہیں جن سے اردو زبان جس طرح اور جس قدر فائدہ اٹھا سکتی ہے، ہندی زبان نہیں اٹھا سکتی لیکن اردو زبان پر ان کا جو اثر ہوگا اس سے ہندی زبان فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ یہی بات ہندی زبان کے بارہ میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ ان دونوں زبانوں کو ساتھ ساتھ ترقی کرنے کا موقع دینے سے دونوں پر بڑا خوشگوار اثر ہوگا۔

اردو زبان کے مسئلے نے جو پیچیدگی اختیار کر لی ہے میں اُسے جمہوریت کے لئے چیلنج سمجھتا ہوں۔ اردو زبان ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی یادگار ہے۔ اس کی ترقی اور اشاعت میں اور اس کے ادب کو اچھا اور عظیم بنانے میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے برابر کا حصہ لیا ہے۔ غضب ہے کہ چکبست، سرشار، سرور جہاں آبادی، پریم چند کو آپ آج ہی بھولے جا رہے ہیں، ورنہ فراق، کیفی، جوش ملسیانی، جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی وغیرہ تو ابھی ہمارے آپ کے درمیان خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔

آخر میں اردو کے دوستوں سے نہایت مختصر طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت سے جو ان کے مطالبات ہیں اور ان مطالبات کو منوانے کے لئے وہ جو سعی کر رہے ہیں وہ تو اپنی جگہ پر ٹھیک ہی ہے لیکن حکومت

# یہ اگر سچ ہے

اُردو کو اس کے دشمنوں سے اتنا ضرر نہیں پہنچا جتنا خود دوستوں کے ہاتھوں پہنچا ہے۔ اس ایک جملے کی داستان تو بہت لمبی ہے لیکن ہم یہاں صرف دو ایک تازہ واقعات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

مرکزی حکومت کی طرف سے تعلیم بالغان اور سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں ہندی اُردو اور دوسری بڑی زبانوں میں عام لوگوں کی پڑھائی کے قابل FOLKLITEBATURE کی کتابیں یا کتابچے طلب کئے جاتے ہیں۔

کتابیں تیار کرنے والے اداروں اور مصنفوں کو گورنمنٹ کی طرف سے عام دعوت ہے کہ وہ چناؤ کے لئے اپنی اپنی کتابیں پیش کریں۔ کتابیں تیار نہ ہوں تو مسودے ہی بھیج دیں۔ جو کتابیں یا مسودے منظور ہوں گے ان کی کئی کئی ہزار جلدیں بھی چھپوائی جائیں گی اور مصنفوں کو انعام بھی دیا جائے گا۔

۳۱ رمئی اس چناؤ میں شریک ہونے والوں کے لئے آخری تاریخ تھی ہندی کے لیکھکوں اور پرکاشکوں کی طرف سے اندازاً پانچ سو کتابیں اس مقابلے میں بھیجی گئیں جن میں اچھی بھی تھیں بُری بھی تھیں لیکن اردو کی طرف سے بمشکل ایک درجن کتابیں پہنچیں۔ دلی میں پورا اردو بازار آباد ہے جہاں ایک پبلشر دوسرے پبلشر سے چند ٹکوں کی خاطر دست و گریبان رہتا ہے لیکن پورے بازار سے دو کتابیں بھی اس مقابلے میں شریک نہیں کی گئیں۔

پچھلے سال ۷۰، ۸۰ اُردو کتابیں اس چناؤ میں شریک ہونے کے لئے آئی تھیں جن میں پہلا، دوسرا، تیسرا انعام بانٹ دیا گیا۔ جس بورڈ پر سوشل ایجوکیشن کے لئے کتابیں چھننے کی ذمہ داری ہے وہ اردو کی اس بے حسی یا بے بضاعتی سے اتنا بددل ہو گیا ہے کہ آئندہ اردو کی کتابوں کو مقابلے میں شریک کرنے کی دعوت سے ہاتھ اٹھا لینے کی سوچ رہا ہے جس کے بعد اردو والے نہ صرف ہائے واویلا کریں گے بلکہ اور زیادہ اداس ہو کر ایک دوسرے سے اُلجھنے اور ایک دوسرے کی کتابیں چھپے چوری چھاپ لینے کی ذلیل مہم اور تیز کر دیں گے۔

ایسا ہی واقعہ پچھلے سال یو۔پی میں ہوا کہ حکومت یو۔پی نے تمام صوبے کی سرکاری نیم سرکاری لائبریریوں کے لئے کتابیں خریدنے کے لئے جو کئی لاکھ کی رقم منظور کر رکھی ہے اس میں تہائی سے کچھ کم حصہ اردو کی کتابیں خریدنے کے لئے وقف ہے۔ ان کتابوں کو چھننے کے لئے اردو کے ادیبوں اور معبروں کی کمیٹی بھی مقرر ہے۔ سرکاری بورڈ کی طرف سے بار بار کمیٹی کے ممبروں کو لکھا گیا کہ وہ اپنی میٹنگ کریں اور مقابلے کی کتابیں میں چناؤ کر کے اپنے فیصلے سے حکومت کو آگاہ کر دیں تاکہ یہ کتابیں خرید لی جائیں۔ لیکن پورا سال گزر گیا اور اُردو کی بدولت آرام اور عزت کی زندگی بسر کرنے والے ان نامور اور ذی ہوش لوگوں کو میٹنگ تک کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔

نتیجہ جو ہونا تھا وہی ہوا کہ میعاد گزر گئی اور کتابیں ردی کی ٹوکری میں چلی گئیں۔ یو۔پی اور بہار سے دو ایسے ہی اور واقعات کی اطلاع ملی ہے جن میں اُردو کتابوں اور ادیبوں کی حق تلفی خود علمبرداران اردو کی وجہ سے ہوئی ہے۔

یہ اگر سچ ہے تو اُردو والوں پر اسی ادبار کا نتیجہ ہے اور اسی غفلت اور تماش بینی کی دوسری شکل ہے جس کی پہلی شکل مشاعرہ بازی اور شاعر خیزی کی وبا کے طور پر ہمارے سامنے ہے اور اس کا نتیجہ معلوم۔

(آئینہ۔ نئی دہلی)

---

# کچھ اُردو کے متعلق

(نثار احمد فاروقی)

کچھ لوگ میری یہ رائے سُن کر چونک رہے ہیں کہ اب ہندوستان کے مسلمانوں کو اردو زبان کے تحفظ کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے اور ببانگ دہل اقرار کر لینا چاہیئے کہ اردو صرف مسلمانوں ہی کی زبان ہے اور اسے زندہ رہنے دینا اور پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرنا حکومت ہندوستان کا فرض ہے۔ اور یہ چونکنے والے لوگ بڑی سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہتے ہیں کہ بھائی نئے ہندوستان میں کسی چیز کو ہندو مسلم سوال بنانا مصلحتوں سے ٹکراتا ہے۔ یہ کلمۂ کفر ہے اسے زبان پر نہ لاؤ۔ میں انھیں سمجھاتا ہوں کہ قبلہ میں بھی کوئی فرقہ پرست نہیں ہوں۔ فرقہ پرستی کو اتنا ہی بلکہ اس سے بھی برا سمجھتا ہوں جتنا ہماری سیکولر حکومت (اللہ اسے چشم زخم سے محفوظ رکھے!) جانتی ہے اور مانتی ہے۔ میں خود ہندوستان کی تعمیر کو اور اس کی ترقی کو سب سے مقدم سمجھتا ہوں کیونکہ ملک کی ترقی کا مطلب ہے قوم کی خوشحالی۔ عزت اور فراغت۔ لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ میری سات سو سال تک خونِ جگر سے سینچی ہوئی زبان اور اس زبان کی تعمیر کی ہوئی سندر اور شیریں تہذیب کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ اس کے تحفظ کی کوئی اور صورت بتاؤ۔ وہ دوست کہتے ہیں کہ اردو کا مقدمہ صدر جمہوریہ کے زیر غور ہے۔ اس کا جب تک کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو جائے چپ بیٹھنا ہی مناسب ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ "سرکار" یہ غور تو ہوتا ہی رہے گا۔ دلاسے بھی ہوتے رہیں گے۔ یہ غور اور یہ دلاسے اس وقت کسی فیصلہ کن منزل پر پہنچیں گے جب ہندوستان میں ہندی جاننے والوں کی تعداد حکومت کے حسب منشا و مراد ہو جائیگی۔ اور اس وقت

نہایت طمانیت کے ساتھ یہ کہہ دیا جائے گا کہ اردو پڑھنے اور لکھنے والے ہندوستان میں بیس ہزار بھی نہیں ہیں۔ یہ بھی بھلا کوئی زبان ہوئی؟ کیا اس کے تحفظ اور بقا کی رٹ لگا رکھی ہے۔ گھر بیٹھو اور ہندی پڑھو۔ یہ بات نئی نہیں ہے۔ ایسا ہی کئی بار ہوا ہے اور سیاست کی دنیا میں یہ بات عین ثواب ہے۔ جب ہماری جانشین نسل بیک اسکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک ہندی پڑھتی چلی جائے گی اور اس کے پاس علمی صلاحیت بھی ہندی کی ہوگی تو وہ اردو کے تحفظ کا درد سر ہی کیوں مول لے گی؟ اور بالفرض کوئی اس کے لئے آواز اٹھائے گا بھی تو حکومت پھر اردو کا تحفظ کر کے ہندی کی ترقی کو اپنے ہاتھوں کیوں روکنے لگی؟ رہی یہ بات کہ اردو کو ہندوستانی مسلمانوں کی ہی زبان مت کہو وہ تو سارے ہندوستانیوں کی زبان ہے۔ متحدہ قومیت کی زبان ہے۔ ویسے تو یہ بات مسلم شدہ ہے کہ مسلمان اردو کے تنہا اجارہ دار نہیں ہیں لیکن جب پندرہ برس سے یہ کہتے کہتے منہ سوکھ گیا ہو اور فرقہ پرست ذہنوں پر اس کا اثر مطلق نہ ہوا ہو تو اب یہ بات کہنا اردو مسلمانوں کی زبان نہیں ہے مجھے تو ہندو فرقہ پرستی کی کھلی ہوئی خوشامد اور مسلمانوں کی ڈھٹائی نظر آتی ہے۔ ویسے یہ بات فرقہ پرست بھی جانتے ہوں گے کہ اگر اردو مسلمانوں کی ہی زبان ہوتی تو آج وہ پاکستان کی سرکاری زبان بن چکی ہوتی۔ لیکن وہاں اس کی مٹی ہندوستان سے زیادہ پلید ہوئی ہے۔ اس سے یہ اندازہ کرنا کیا مشکل ہے کہ اردو دراصل پنجاب کی۔ یو۔پی کی اور بہار کے ایک حصہ کی۔ جنوبی ہند کی بڑی آبادی کی اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے کچھ حصوں کی یا کچھ آبادی کی زبان ہے بغیر اس امتیاز کے کہ وہ آبادی ہندو ہے یا مسلمان سکھ ہے یا پارسی۔ لیکن فرقہ پرست جیوتی خود اسے مسلمانوں کی زبان تو کہتے ہی ہیں اس سے تو انحراف نہیں کر سکتے اور ہماری حکومت کا سلوک بھی اس کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا ہے اور ایسا ہی پُر شفقت ہے جیسا کہ شودروں کے ہر دلعزیز منگے کا۔ ہندوستان کے احسان فراموش مسلمانوں کے ساتھ۔ ان حالات میں یہ مطالبہ کیوں نہ کیا جائے کہ اردو کو مسلمانوں کی زبان مان کر مسلمانوں کو یہ حق دے دو کہ وہ اسے لازمی مضمون کی حیثیت میں پڑھ سکیں اور مسلمانوں کو یہ چاہئے کہ جس اسکول میں ان کے بچوں کو اردو لازمی مضمون کی حیثیت میں نہ پڑھائی جائے وہاں مدرسے میں اپنی اولاد کو داخل ہی نہ کریں۔ اُن کی اولاد کا جاہل اور نکھٹو رہ جانا اس سے اچھا ہوگا کہ وہ اپنی زبان اور اپنی تہذیب و کلچر سے بیگانہ ہو کر جئیں۔ اور ذہنی و فکری اعتبار سے دو ہزار سال پرانے ہندوستانی معلوم ہوں۔ میں یہاں ہندی کی مخالفت نہیں کرتا۔ یہ بات پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ہم ہندی کو قومی و سرکاری زبان تسلیم کر چکے ہیں اور آگے پڑھیں گے بھی۔ لیکن سوال اردو کے تحفظ اور اس کی بقا کا ہے۔ اس لئے ہم یہ ہرگز گوارا نہ کریں گے کہ اردو زبان ہماری آنکھوں کے سامنے اس تحقیر و ذلت کے ساتھ گمنامی کے گڑھے میں دھکیل دی جائے اور ہماری تہذیب کا زیور اس طرح بے دردی سے نوچ لیا جائے۔ اگر ہمیں صرف اردو کے تحفظ کا ہی رونا ہوتا تو بھی غنیمت تھا لیکن یہ تو ایک ایسی روح مر رہی ہے جس نے ہندوستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں کو زندگی کے سینکڑوں مرحلوں پر ہم آہنگ اور ہم دوش کر دیا تھا کہ دونوں اپنے اپنے رنگ میں جدا تھے لیکن پھر بھی ایک تھے۔ ان کے کلچر کی روح ایک تھی۔ رنگ مختلف تھے اور اب یہ ہزار تخم کلچر اور غیر متمدن ہندوستان کی زبان خود فرقہ پرستی کے شعلوں کو ہوا دے رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ اردو کو اپنا حریف سمجھتی ہے۔

(الجمعیۃ)

# اُردو

اس موضوع پر اس قدر لکھا جا چکا ہے اور سنا کہا گیا ہے کہ کوئی بھی انصاف پسند حکومت جس کے ایوان کی عمارت جمہوریت کے ستونوں پر کھڑی کی گئی ہو اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن نہیں معلوم کیا معاملہ ہے کہ جوں جوں جنبد نہ جنبد گل محمد والا معاملہ پیش آ رہا ہے اور اس سلسلہ میں چیخ و پکار کی آوازیں ہماری حکومت کے کانوں تک پہنچ رہی ہیں اس کے قلب پر ہمارا چلانا اثر نہیں کرتا۔ واللہ اعلم ہماری حکومت اب کون سے اقدام کی منتظر ہے۔ دور جمہوریت میں عوامی مطالبہ کو اس قدر درخور اعتنا میں ڈالنا نہیں چاہئے کہ عوام جوش میں آکر ایسی حرکات کے مرتکب ہوں کہ جو حکومت کے وقار کو صدمہ پہنچائیں۔ جمہوری حکومت کے کان ایسے تیز ہونے چاہئیں کہ پیر تلے کی چیونٹی کی فریاد بھی سن سکے۔ نہ کہ ایسے بہرے کہ جن کے سر پر نوبت اور نقارے بج رہے ہوں اور وہ خواب غفلت سے نہ چونکے۔

آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے اُردو کے قتل عام پر صدائے داد و بیداد بلند ہو رہی ہے لیکن حکومت کا رویہ انتہائی حیرت زدہ ہے اور اتنا عجیب کہ جواب ہی ندارد ہے۔ اس سلسلہ میں پنڈت نہرو جیسی شخصیت کے بیانات اور اعلانات پر بھی کوئی ایکشن نہیں لیا گیا آخر کب تک یہ بے رخی جاری رہے گی اور کہاں تک یہ لاپرواہی برداشت کی جا سکے گی۔

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

بس اگر اقرار کی ہمت اور انکار کا یارا نہیں تو کم از کم یہی کہہ دو

جائے کہ ہم کو کچھ یاد نہیں! تاکہ حضرت غالبؔ کا یہ شعر پڑھ پڑھ کر ہی دل بہلایا کریں اور فاتحہ خیر پڑھ کے خاموش ہو جائیں۔

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالبؔ
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

(نظامی ماہنامہ نئی دہلی)

## دہلی میونسپل کمیٹی کا اُردو پر "احسانِ عظیم"

دہلی میونسپل کمیٹی نے اُردو زبان کے متعلق اپنا ڈیفنس پیش کرتے ہوئے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں ارشاد ہے کہ دہلی میں اس وقت آٹھ لڑکوں کے اور تین لڑکیوں کے ایسے اسکول موجود ہیں جہاں کہ اردو پڑھائی جاسکتی ہے۔

خوب! دہلی اُردو زبان کا مسکن۔ اُردو زبان یہاں پیدا ہوئی۔ یہاں ہی اس کو شباب نصیب ہوا اور یہاں کے ہندو اور مسلمان تمام ہی اس زبان کو لکھتے، پڑھتے اور بولتے ہیں۔ مگر اس شہر کی بیس لاکھ آبادی میں صرف گیارہ اسکول ہیں جہاں کہ اگر کوئی لڑکا یا لڑکی اردو پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے یعنی دو لاکھ نفوس کے لئے اوسطاً ایک اسکول یہاں ایسا موجود ہے جہاں کہ بچے اردو پڑھ سکتے ہیں۔

انجمن ترقی اُردو کو چاہئے کہ دہلی میونسپل کمیٹی کے اردو زبان پر کئے جارہے اس "احسانِ عظیم" کے لئے ایک شکریہ کا ریزولیوشن پاس کرے۔ (ریاست دہلی)

## ٹریننگ کالج اور اُردو

صوبہ یو۔پی میں کم و بیش، ۵۰ گورنمنٹ ٹریننگ کالج ہیں جن میں اپر پرائمری اسکول بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایسے اسکولوں میں بھی گورنمنٹ یو۔پی کے حکم کے مطابق اردو رائج ہو سکتی ہے۔ صوبہ کے سب اسکولوں میں تو چالیس (۴۰) کی شرط پوری نہیں ہوسکتی البتہ دس طلباء باسانی مل سکتے ہیں۔

اولین شرط یہ ہے کہ مقامی کارکن اس طرف توجہ کریں اور آرڈر حاصل کرکے ٹریننگ کالج کے پرنسپل کے ذریعہ ہیڈ ماسٹر پرائمری اسکول تک پہنچائیں۔

ایک سال گزرنے کے بعد اب تک روزِ اول ہی ہے یعنی ایک بھی ٹریننگ کالج کے پرائمری درجات میں اردو کی تعلیم جاری نہ ہو سکی۔

امسال ۱۵ جون ہی سے پرائمری اسکول کھل رہے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ "انجمن ترقی اردو" کی تمام شاخیں اپنے ہاں کے کالج سے ملحق پرائمری اسکول میں اردو رائج کرانے کی کوشش کریں۔ جولائی کے بعد داخلہ بند ہو جاتا ہے اس لئے عجلت سے کام لینا ضروری ہے۔ انجمن ترقی اُردو کے کارکنوں سے مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ اس طرف فوری طور پر توجہ مبذول فرمائیں اور اردو تعلیم کے اجراء کے لئے جد و جہد کا آغاز کرکے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوں۔

عزیز الحسن صدیقی
سکریٹری انجمن ترقی اُردو غازی پور

## آل انڈیا انٹر یونیورسٹی اُردو مقابلہ

دہلی یونیورسٹی کی بزم ادب ہندوستان کے تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں کو مندرجہ ذیل عنوان پر مضمون لکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

ہندوستان کی تہذیبی ترقی میں اُردو کا حصہ — کیا ہے؟ اور کیا ہونا چاہیے۔

(۱) مضمون کم سے کم فل اسکیپ کے تین صفحوں پر پھیلا ہوا ہو، اور نہایت خوشخط، صفحے کے ایک طرف لکھا جائے۔ ہر صفحہ پر تقریباً دو سو الفاظ ہوں۔

(۲) تمام مضامین شعبۂ اردو یا ادارے کی معرفت ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء تک ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صدر بزم ادب دہلی یونیورسٹی دہلی ۸ کے نام پہنچ جانا چاہئیں۔

(۳) بہترین مقالہ نگار کو ایک **طلائی تمغہ** انعام میں دیا جائے گا۔

(۴) بہترین مضمون کا انتخاب یونیورسٹیوں کے استادوں کا ایک بورڈ کرے گا جس کا فیصلہ قطعی اور آخری سمجھا جائے گا۔

(۵) مقابلہ میں شرکت کی اطلاع ۳۰ جولائی ۱۹۵۵ء تک آنا ضروری ہے۔

**گوپی چند نارنگ** ایم۔اے
سکریٹری بزم ادب دہلی یونیورسٹی دہلی

پرنٹر پبلشر قاضی عبد الغفار نے نیشنل پرنٹنگ کمپنی علیگڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا

# خبریں

**حیدرآباد۔** ہندی پرچار سبھا حیدرآباد کی مجلس قائمہ کا ایک اجلاس پنڈت ونایک راؤ ودیالنکار کی صدارت میں بتاریخ ۲۲ مئی ۱۹۵۵ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پوری ریاست کے ہندی کارکن شریک ہوئے اور سبھا کا بجٹ منظور کیا جو تین لاکھ روپیہ پر مشتمل ہے۔ جو سبھا کی مختلف اسکیموں پر صرف ہوگا۔ اس وقت پوری ریاست میں سبھا کے چار سو مراکز ہیں جس کے کارکن ہندی کی ترویج و اشاعت کا کام کرتے ہیں۔ اس دفعہ بجٹ میں ہندی تعلیم کی توسیع اور اعلیٰ درجے کے ادب کی اشاعت کے لئے بھی خاص طور پر کثیر رقم محفوظ کی گئی ہے۔ اسی طرح سے سبھا کے زیر اہتمام چلنے والے مفید الانام گرلس اسکول کو ہائی اسکول میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ نیز ٹریننگ کالج کی توسیع کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ سبھا جامعہ آندھرا سے ملحق بجواڑہ میں جو اورنٹیل کالج کھولا ہے اس میں بھی توسیع کی جائے گی۔

مجلس قائمہ کے اجلاس کی ابتدا میں سبھا کے معتمد عمومی نے سبھا کے سابق صدر شری لکشمی نارائن گپتا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ سات سالوں میں شری گپتا جی کی رہنمائی میں سبھا نے ہمہ جہتی ترقی کی ہے اور ایک معینہ پالیسی کے تحت کام کرتی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج حیدرآباد کے تہذیبی اور لسانی اداروں میں اس کا ایک خاص مقام ہے اور اس کو ہندوستان کے ہندی اداروں میں خاص مرتبہ حاصل ہے۔

آخر میں معتمد عمومی نے سبھا کے منتخب صدر پنڈت ونایک راؤ صاحب ودیالنکار کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ونایک راؤ صاحب ریاست میں ہندی پرچار کے کاموں میں نمایاں طور کا کام دیتے رہے ہیں اور انھوں نے ابتدا ہی سے سبھا کے کاموں سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

بجٹ کی منظوری کے بعد مجلس عاملہ کے انتخابات عمل میں آئے اور حسب ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

مسرس گوپال راؤ ایکبوٹے۔ لکشمی نارائن گپتا۔ ملبا کولور شری رام شرما۔ گوپال راؤ اپسنگیکر۔ ونٹی دھر ودیالنکار۔ ڈاکٹر دوم چند۔ راج کشور پانڈے۔ مسز تیواری لالہ جوتی۔ ہری لال واگھرے۔ کنور سینا گپتا۔ دتاترے راؤ رداوری۔ چندر گپت آریہ۔ اچیوت ریڈی۔ بدری ویر۔ بدری وشال پتی۔ وشیو ناتھ گپت۔ سندر ریڈی۔ بی۔ تری دیسائی۔ وج ناتھ چندر بدری۔ رگھو دیو۔ وملا واگھرے۔ گیا پرشاد شاستری اور شری کرشن گپتا۔

---

**مدراس۔** مرکزی وزیر داخلہ نے مسٹر راجگوپال چاری کے نام ایک پیام روانہ کیا ہے جو آل انڈیا سروسیز کے امتحانات میں زبان کے مسئلہ سے متعلق ہے۔ مرکزی وزیر داخلہ نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ غیر ہندی جاننے والے رقبہ کے امیدوار امتحانات ملازمت میں ہندی جاننے والے رقبہ کے امیدوار امتحانات ملازمت میں ہندی جاننے والے رقبوں کے امیدواروں کے مقابلہ میں پیچھے نہیں رہ سکتے۔

راجہ جی نے ایک مقامی اخبار میں اپنا ایک خط شائع کرایا تھا کہ آل انڈیا سروسیز کے امتحانات کے بارے میں ۱۹۶۵ء تک انگریزی کے بجائے ہندی کو سرکاری زبان بنانے کے لئے جو فیصلہ کیا گیا ہے وضاحت اور تشریح کے باوجود جنوبی ہند میں ہنوز عوام کے دلوں میں غلط فہمیاں پائی جا رہی ہیں۔ راجہ جی نے اس مکتوب میں لکھا ہے کہ ۲۰ مئی کو مرکزی وزیر داخلہ نے اس مسئلہ پر انھیں ایک مراسلہ روانہ کیا تھا اس کے ضروری اقتباس ان کی اجازت سے شائع کئے جا رہے ہیں۔ نیز وزیر اعظم نے بھی اس بارے میں مجھے ایک خط لکھا ہے۔

موجودہ حکومت کے ذمہ دار ارکان نے جو تیقنات دئے ہیں اس کی وجہ سے نوجوانوں کو اب سرکاری ملازمتوں کے امتحان کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

مرکزی وزیر داخلہ نے راجہ جی کے نام جو خط روانہ کیا تھا اس کا متن حسب ذیل ہے۔

"میں اس مسئلہ پر پوری طرح مطمئن ہوں کہ غیر ہندی بولنے والے علاقہ کے امیدواروں کے مقابلہ میں کوئی مشکلات یا دشواریاں نہیں ہونگی۔ ہندی کو سرکاری زبان کی حیثیت سے استعمال کرسکنے

فیصلے سے دوسری زبانوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

**حیدرآباد** - شری گوپال راؤ اکبوٹے وزیرِ تعلیم حکومت حیدرآباد نے اردو ہال فنڈ میں ایک سو ایک روپیہ کا عطیہ دیا ہے۔ یاد ہوگا کہ سال گذشتہ انجمن ترقی اردو حیدرآباد کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اردو کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے شری اکبوٹے نے کہا تھا کہ ریاست حیدرآباد میں زبان واری رقابت کا نہ تو کوئی مسئلہ ہے اور نہ آئندہ کبھی پیدا ہو سکے گا۔

کانفرنس کے صدر شری پنڈت کشن پرشاد کول اور کل ہند انجمن ترقی اردو کے معتمد عمومی قاضی عبدالغفار نے شری اکبوٹے کے تعلق سے کہا کہ حیدرآبادی عوام عام طور پر اور اردو بولنے والے خاص طور پر خوش قسمت ہیں کہ انھیں شری گوپال راؤ اکبوٹے جیسی شخصیت وزارت تعلیم کے نظم ونسق کے لئے حاصل ہوئی ہے۔

یاد ہوگا کہ شری گوپال راؤ اکبوٹے نے اسی کانفرنس کے دوران ریاستی مدارس میں اردو ذریعۂ تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے کئی تیقنات بھی دئے تھے۔

---

**جالندھر** - پنجاب کے مختلف محکموں کے سکریٹریوں کی ایک کانفرنس میں زبان کے سوال کو مقرر کیا گیا ہے۔ اس گتھی کو سلجھانے کا کام کسی آئندہ میٹنگ پر ملتوی کر دیا گیا۔ انگریزی اور اردو کو ختم کرنے کا پروگرام صوبہ کے پلاننگ محکمہ نے پیش کیا تھا۔ جن دو صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے اس سلسلہ میں کسی نتیجہ سے پہلے گورنمنٹ کو لچر فارمولا پر غور کرنا ہوگا جس نے پنجاب کو ہندی اور پنجابی دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اس وقت پنجاب میں دفتری زبان انگریزی ہے جس میں سینکڑوں رد وبدل کے بعد سکریٹریوں اور اضلاع کے درمیان خط وکتابت عمل میں آئی ہے۔ پنجاب ودھان سبھا کی زبان بھی انگریزی ہے اور انگریزی میں بھی کام انگریزی میں تیار کئے جاتے ہیں۔ عدالتوں اور اضلاع میں اردو مستعمل ہے۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ سنہ ۵۵ء سے سنہ ۶۰ء تک زبان بدلنے کی تیاری کی جائے اس کے بعد سنہ ۱۹۶۲ء میں تمام زبانیں ملے جلے طور پر استعمال کی جائیں اور سنہ ۶۲ء کے بعد انگریزی اور اردو کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ پہلے دور میں انگریزی کی تمام کتابوں کا ہندی اور پنجابی میں ترجمہ کیا جائے گا۔ سرکاری ملازمین کو ہندی اور پنجابی دونوں زبانیں سیکھنا ہوں گی اور زبان قائم کیا جائے گا۔ اور اسی غرض کے لئے دفتر کے وقت سے آدھ گھنٹہ وقت وقف کیا جائے گا۔ درحقیقت پنجاب میں تو سرکاری طور پر اردو کو ایک عرصہ ہوا ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ تو اردو کے اخبارات ہی ہیں جنھوں نے اس وقت تک اردو کو زندہ رکھا ہوا ہے ورنہ جہاں تک کسی درسگاہوں کا تعلق ہے اردو عملی طور پر کہیں بھی نہیں پڑھائی جاتی جب کبھی سوال کیا جاتا ہے تو ایسی باتیں تو ضرور کہدی جاتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ اردو ختم کر دی گئی بلکہ سرکاری کاغذوں پر جو پروگرام بنایا گیا ہے اس میں اردو کے لئے کسی بھی اسکول میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کاغذی پروگرام کو دیکھا جائے تو عملی طور پر ہے اور عملی طور پر اردو کو ایک طرح سے بالکل ختم کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اردو اخباروں کے مالکوں کی سرد مہری تنگ نظری اور فرقہ پرستی بھی اس سلسلہ میں قابل دید ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ہندی کو تو بانس پر چڑھا دیتے ہیں اور وہ بھی زبانی جمع خرچ کے ذریعہ ہی مگر دوسری زبانوں کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں۔ کیا خوب ہے کہ وہ اردو کی وجہ سے اپنے ہاتھوں رنگ رہے ہیں اور خوب کھاتے ہیں مگر اس زبان کی بقا کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ طوطا چشمی کا اظہار اور کیا ہو سکتا ہے کہ پنجاب میں اردو کے خلاف وہ طرح پنجابی کو کہیں اس کی صحیح جگہ نہ مل جائے۔ ہندوستان میں وہ اردو کے خلاف اس لئے ہیں کہ وہ اسے مسلمانوں کی زبان قرار دیتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ کیا اردو واقعی مسلمانوں کی زبان ہے اس زبان پر بھی کوئی کتنا ہی غور کرے اسے یہی اخذ کرنا پڑے گا کہ اردو میں انشا پردازوں اور شاعروں میں اکثریت مسلمانوں کی غالب ہے مگر غیر مسلموں نے بھی اس زبان کی کچھ خدمات کم نہیں کیں۔ اسے مسلمانوں کی زبان قرار دینا پرلے درجہ کی فرقہ پرستی اور تنگ دلی کا ثبوت دینے کے مترادف ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ پنجاب میں اسے اس لئے ہی ختم کیا جا رہا ہے کہ اس طرح پنجابی کو اس کا جائز مقام نہ ملنے دیا جائے مگر یہ حقیقت نہیں کہ کشمیر اور پاکستان کے ادھر ادھر کے واقع ہونے کی وجہ سے پنجاب کو اردو کی سخت ضرورت ہے۔

---

**دہلی** - حکومت ہند کی طرف سے ہندی کمیشن کے ارکان کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس کے صدر مسٹر بی جی کھیر سابق وزیر اعلیٰ صوبہ بمبئی ہیں اور ۲۰ ارکان میں مسٹر آئنگر نائب اسپیکر اسمبلی مسٹر جے نرائن ویاس سابق وزیر اعلیٰ راجستھان ڈاکٹر سید عابد حسین جامعہ ملیہ دہلی سردار تیجا سنگھ سابق چیف جسٹس پیپسو۔ ڈاکٹر ایس کے چٹرجی صدر مغربی بنگال کونسل اور ڈاکٹر امرناتھ جھا شامل ہیں۔